Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ الفضل ربوہ

ایڈیٹر: نسیم سیفی

فون ۴۴۹

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴

جلد ۷۵/۴۰ | اتوار ۲ ربیع الاول ۱۴۱۱ ھ، ۲۳ تبوک ۱۳۶۹ ہش، ۲۳ ستمبر ۱۹۹۰ء | نمبر ۱۶۶

نور کی گواہی دینے والے

"دعائیں بھی کریں اور کوشش بھی کریں اور اپنی نئی نسلوں کو یاد بھی کرائیں اور ان کو ان راہوں پر چلائیں جن راہوں پر خدا کی لقاء نصیب ہوتی ہے تاکہ نسلاً بعد نسلٍ ہم اس نور کے گواہی دینے والے دنیا کے سامنے پیش کرتے چلے جائیں"۔

(ارشاد سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالیٰ

ضمیمہ ماہنامہ مصباح جولائی ۱۹۹۰ء صـ۳)

احمدیوں کیلئے مختص کی گئی نشستوں کے انتخاب کا کوئی آئینی قانونی یا اخلاقی جواز نہیں ہے

ناظر امور عامہ

قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں احمدیوں کے لئے مخصوص کی گئی نشستون پر انتخاب کے پروگرام کا اعلان ہو چکا ہے۔ جیسے قومی اخبارات نے بھی شائع کیا ہے۔ اس بارے میں جماعت احمدیہ کی طرف سے بار بار اس امر کی وضاحت کی جا چکی ہے کہ قومی اسمبلی یا کسی بھی صوبائی اسمبلی میں احمدیوں کے لئے مختص کی گئی نشستوں پر انتخاب میں حصہ لینا احمدی اپنے اعتقاد اور ضمیر کے منافی سمجھتے ہیں۔ جماعت احمدیہ کا یہ بنیادی عقیدہ ہے کہ جو نہی کوئی شخص خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا تعلق توڑتا ہے وہ احمدی نہیں رہتا۔ یہی وجہ ہے کہ جماعت احمدیہ کے افراد نے اپنے ایمان عقیدہ اور ضمیر کے عین مطابق انتخابی فہرستوں میں بطور ووٹر اپنے ناموں کے اندراج نہیں کرائے اور اگر کسی احمدی کا ووٹ کسی انتخابی فہرست میں درج بھی ہے تو ایسا اُس کی اطلاع اور رضامندی کے بغیر ہوا ہے۔ اور ایسے ووٹوں کی منسوخی کے لئے متعلقہ افراد کی جانب سے متعلقہ حکّام کو اطلاع دی جا چکی ہے۔

اس صورتِ حال میں کہ احمدیوں نے اپنے ووٹ نہیں بنوائے۔ احمدیوں کے حلقۂ نیابت اور نمائندگی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ ۱۹۸۵ء کے انتخابات میں بھی قومی اور صوبائی اسمبلی میں احمدیوں کے لئے مختص کی گئی نشستوں پر کسی احمدی نے انتخاب میں حصہ نہیں لیا تھا۔ اور یہ نشستیں خالی ہی رہی تھیں۔

اس واضح صورتِ حال کے بارے میں جماعت احمدیہ وفود کے ذریعے بھی اور تحریری طور پر بھی چیف الیکشن کمشنر کو مطلع کر چکی ہے اور یہ بات بار بار ریکارڈ پر لائی جا چکی ہے۔ کہ احمدیوں کے لئے مختص کی گئی نشستوں پر انتخاب کا کوئی بھی آئینی قانونی یا اخلاقی جواز نہیں ہے۔ اور ان نشستوں پر انتخاب انصاف قانون اور نیابت کے مسلمہ اصولوں کی خلاف ورزی اور بنیادی انسانی حقوق کی پامالی کے مترادف ہے۔

اس قسم کے انتخابات میں اگر کوئی مفاد پرست کسی نشست پر بطور احمدی حصہ بھی لیتا ہے تو وہ کسی بھی صورت میں احمدیوں کا نمائندہ نہیں کہلا سکتا۔ اور نہ ہی اُسے احمدی اپنا نمائندہ تسلیم کرتے ہیں۔ اور نہ ہی اسے احمدیوں کا نمائندہ قرار دیا جانا چاہیئے۔

مرزا خورشید احمد
ناظر امور عامہ

محترم چوہدری فتح محمد صاحب
نائب امیر جماعت احمدیہ۔ لاہور
انتقال فرما گئے

ربوہ ــ جماعت احمدیہ ضلع لاہور کے دیرینہ خدمت گذار بزرگ محترم چوہدری فتح محمد صاحب نائب امیر جماعت احمدیہ لاہور ۱۹ اور ۲۰ ستمبر ۱۹۹۰ء کی درمیانی شب ڈھائی بجے بعارضہ قلب انتقال کر گئے۔ ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ ان کی عمر ۸۱ برس تھی۔

محترم چوہدری صاحب کی نمازِ جنازہ ۲۱ ستمبر بروز جمعہ دارالذکر لاہور میں امیر صاحب ضلع لاہور محترم چوہدری حمید نصر اللہ خان صاحب نے پڑھائی جس میں لاہور کے احباب نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔ امیر صاحب لاہور نے خطبہ جمعہ میں بھی محترم چوہدری فتح محمد صاحب کے اوصافِ حمیدہ اور بھرپور اور مسلسل طویل خدماتِ دین کا ذکر کیا۔

بعد ازاں موصوف کا جنازہ ۳ بجے کے قریب لاہور سے روانہ ہوا اور چھ بجے شام دارالضیافت ربوہ میں پہنچ گیا۔ جہاں بہت سے احباب نے موصوف کا آخری دیدار کیا۔ بیت المبارک میں نمازِ عشاء کے بعد محترم مولانا سلطان محمود انور صاحب نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ جس کے بعد بوجہ موصی ہونے کے بہشتی مقبرہ میں تدفین عمل میں آئی۔ تدفین کے بعد محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر امور عامہ نے دعا کرائی۔

محترم چوہدری فتح محمد صاحب ٹرانسپورٹ کے کاروبار سے منسلک تھے۔ اور آج کل پاکستان میوچل انشورنس کمپنی لمیٹڈ کے چیف ایگزیکٹو تھے۔ محترم چوہدری صاحب نے لاہور میں عرصہ ۶۰ سال سے جماعتی سطح پر نمایاں خدماتِ دین انجام دیں۔ متعدد جماعتی عہدوں پر فائز رہے۔ عرصہ ۳۰ سال سے نائب امیر چلے آ رہے تھے۔

محترم چوہدری حمید نصر اللہ خان صاحب نے نمائندہ الفضل کو بتایا کہ تقسیم ملک کے وقت

باقی صـ۸ پر

محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب کو بہشتی مقبرہ میں سپردِ خاک کر دیا گیا

نماز جنازہ محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب امیر مقامی نے پڑھائی

ربوہ ـ حضرت بانئ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے پوتے اور حضرت فضلِ عمر کے صاحبزادے محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب کو ۲۰ ستمبر ۱۹۹۰ء کو رات آٹھ بجے بہشتی مقبرہ کی اندرونی چاردیواری میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔ خاندان حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے بابرکت وجود محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب کی نماز جنازہ بیت المبارک میں نماز مغرب کے بعد ادا کی گئی۔ نماز جنازہ محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب امیر مقامی و ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ نے پڑھائی۔ ربوہ کے احباب کی بہت بڑی تعداد کے علاوہ دور و نزدیک سے آئے ہوئے احمدی احباب نے بھی نماز جنازہ میں شرکت کی۔ سرگودھا، فیصل آباد، لاہور، ملتان، گوجرانوالہ، سیالکوٹ، راولپنڈی، کراچی اور کئی دیگر اضلاع سے احباب کی بڑی تعداد نماز جنازہ اور تدفین میں شرکت کے لئے آئی ہوئی تھی۔ ہزاروں کی تعداد میں احباب جماعت نے محترم صاحبزادہ صاحب کے جسد خاکی کا آخری دیدار کیا۔

نماز جنازہ کے بعد میت بہشتی مقبرہ لے جائی گئی۔ تدفین کے بعد محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب نے دعا کرائی۔ جس میں چاردیواری کے اندر اور باہر موجود ہزاروں افراد نے شرکت کی۔

محترم صاحبزادہ صاحب طویل عرصہ تک فضلِ عمر ہسپتال ربوہ میں بطور ڈاکٹر خدمات انجام بجالانے کی وجہ سے اپنوں اور غیروں میں مقبول تھے۔ بے حد انسانیت دوست وجود تھے۔ اپنے شعبہ میں خاص مہارت رکھتے تھے۔ عبادات سے آپ کو خصوصی لگاؤ تھا۔ خشوع خضوع سے طویل نمازیں ادا کرنا آپ کا خاص وصف تھا۔

محترم صاحبزادہ صاحب کی شادی

باقی صـ۸ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ **الفضل**
پبلشر: آغا سیف اللہ، پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس۔ ربوہ
مقام اشاعت: دارالنصر غربی۔ ربوہ
قیمت
ایک روپیہ
پچاس پیسے

۲۳، تبوک ۱۳۶۹ہش ۲۳، ستمبر ۱۹۹۰ء

ہمارا مقصد اعلیٰ

حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے یو۔کے کی جماعتوں کے جلسہ سالانہ (۱۹۹۰ء) کے موقعہ پر اختتامی اجلاس میں حالاتِ حاضرہ پر تبصرہ فرماتے ہوئے خصوصی طور پر روس میں تبدیلیوں کا ذکر فرمایا۔ کمیونزم کی ناکامی اور سرمایہ داری کے نظام کی خامیوں کی طرف توجہ دلائی اور فرمایا کہ کمیونزم کی ناکامی کے سلسلہ میں یہ بات ہرگز درست نہیں ہے کہ سرمایہ داری کا نظام کامیاب ہوا ہے اور کہ یہی کامیابی دراصل کمیونزم کی گراوٹ کا باعث بنی ہے۔ حضور انور نے فرمایا کہ مغربی نظام میں بھی ایسی ایسی خامیاں موجود ہیں کہ ان کی وجہ سے دنیا تباہی کے دہانے پر کھڑی نظر آتی ہے

"وہ خود ڈول رہا ہے اور کئی پہلوؤں سے وہ چٹان کے اس کنارے تک آپہنچا ہے جس سے گرنے کے بعد تباہی ہوا کرتی ہے۔ اس کی بنیاد اجتماعیت سے ہٹ کر انفرادی حد تک اتنی زیادہ ہو گئی کہ خود غرضی کی انتہا ہو گئی ہے۔"

مغربی نظام کی ناکامیوں اور ان ناکامیوں کے نتیجہ میں تباہیوں کے پیش خیموں کا ذکر کرنے کے بعد حضور انور نے جماعت کے احباب کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا

"احمدیت کیلئے ان باتوں کی وجہ سے بہت سی مشکلات پیدا ہو گئی ہیں۔ دنیا کو ہر قسم کے خطرات سے بچانے کی ذمہ داری بھی ہم پر ہے اور ہماری مثال اس ٹٹیری کی طرح ہے جس کو کسی نے پوچھا کہ تم اوپر ٹانگیں کر کے کیوں سوتے ہو تو اس نے جواب دیا اس لئے کہ اگر آسمان گر پڑے تو ٹانگوں پہ اس کو سنبھال سکوں۔"

اس کے بعد حضور انور نے عیسائیت کی مثال دے کر بتایا کہ وہ بھی ٹٹیری ہی کی طرح تھی لیکن پھر اس نے رومن سلطنت کے آسمان کو پاؤں تلے کچل دیا۔ اس عیسائیت نے ایک نیا آسمان بنایا۔ اور یہ مثال دیتے ہوئے فرمایا

"اے احمدیو تمہارے لئے مایوسی کی کوئی گنجائش نہیں۔ اگر تم مایوس ہوئے تو یہ اتنا بڑا گناہ ہو گا کہ اس سے پہلے کسی مذہبی جماعت نے اتنا بڑا گناہ نہیں کیا ہوگا کیونکہ تم انسانیت کی آخری امید ہو۔ انسانیت کی پناہ کی آخری آماجگاہ ہو۔ گو تم تھوڑے ہو اور کمزور ہو اور ویسے ہی مظالم کا نشانہ بنائے گئے ہو۔ مگر میں اس خدائے ذوالجلال کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس نے کمزور عیسائیت کو دنیا پر غالب آنے کا حکم دیا اور غالب کر دکھایا ــــ تمہیں خدا نے دنیا کا نقشہ بدلنے کے لئے پیدا اور کھڑا کیا ہے۔"

ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے دلوں میں یقین پیدا کریں اور جس کام کے لئے کھڑے کئے گئے ہیں اس کی تن من دھن سے تیاری کریں۔

آئے ہیں دُور سے ، کچھ لوگ یہ کیوں کہتے ہیں
ایسا لگتا ہے کہ ہم لوگ یہیں رہتے ہیں
دل یہاں ، جان یہاں ، رُوح کی تسکین یہاں
آنسوؤں سے کوئی پوچھے کہ یہ کیوں بہتے ہیں

ابوالاقبال

کئی دِنوں سے مری سوچ میں زوال سا ہے
کئی دِنوں سے مری گفتگو میں کال سا ہے

کئی دِنوں سے ہے کیفیتِ فسردہ دِلی
کئی دِنوں سے مرا جسم بھی نڈھال سا ہے

کئی دِنوں سے مَیں گنتا ہوں رات کو تارے
کئی دِنوں سے مرا ایک دن بھی سال سا ہے

کئی دِنوں سے نظر سے نظر نہیں ملتی
کئی دِنوں سے ہر اک واقعہ وبال سا ہے

کئی دِنوں سے کوئی کام کر نہیں پایا
کئی دِنوں سے ہر اک کام کچھ محال سا ہے

کئی دِنوں سے مَیں کھویا ہوا ہوں راہوں میں
کئی دِنوں سے منازل کا بس خیال سا ہے

کئی دِنوں سے مجھے یاد آ رہا ہے کوئی
کئی دِنوں سے مرا حال بے وصال سا ہے

اگرچہ ان سے ملاقات تھی سرُور انگیز
یہی سرُور خیالوں کے گرد جال سا ہے

جو ہو سکے تو نسیم ان کو اب یہاں لے آ
کہ اب وہاں ترا جانا تو کچھ محال سا ہے

نسیم سیفی

عطیہ خون ــــــ خدمت بھی عبادت بھی
(نظامت خدمت خلق)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

امۃ الباسط ایاز

فادرز ڈے

آپ سب نے سنا تو ہوگا ہی کہ یورپ میں فادرز ڈے اور مدرز ڈے مقررہ تاریخوں میں منائے جاتے ہیں جبکہ ہر ایک جس کے ماں باپ زندہ ہیں ان کو ضرور کارڈ بھجواتا ہے۔ پھولوں کا گلدستہ بھی اگر ممکن ہو یا کم از کم اس روز ماں یا باپ کو یاد کرنے کے لئے ان کو فون ضرور کرے گا۔ اور اپنی محبت کا اظہار کرے گا۔ جبھی ہر سال سکولوں میں بچوں کو بچپن سے ہی یہ عادت ہو جاتی ہے ان کے استاد ان کو چند ہفتے پہلے ہی یاد کرانا شروع کر دیتے ہیں کہ یہ دن آنے والا ہے۔ آج آپ سب بچے اپنے ابو یا امی کے لئے خوبصورت رنگ برنگ کے کارڈ بنائیں اور اپنے ساتھ گھر لے جائیں۔ اس طرح سے ہر سال یہاں ہوتا ہے نرسری کے بچوں سے لے کر کالج تک کے بچے یہ دن یاد کرنا نہیں بھولتے۔ آج میں نے جب ننھی سعدیہ اور فرزانہ کو خوبصورت کارڈ اپنے ابوجان کو طوالو پوسٹ کرتے ہوئے دیکھا جو انہوں نے سکول میں نہایت ہی خوبصورت رنگوں میں بنائے تھے تو مجھے یہ تحریر لکھنے پر مجبور کر گئی کہ بچو! یہ تو ایک انگلش طریق ہے مگر آپ تو روزانہ اپنے ابوجان کو دن کے کئی کئی گھنٹے یاد کر کے ان کی پسند کی چیز کھاتے ہوئے یاد کر کے اداس ہو جاتے ہو اور پھر دن گنتے ہو، اور کبھی دن ہفتوں اور مہینوں میں بدل جاتے ہیں اور وہ جبھی آسکتے ہیں جب ان کو چھٹی ملتی ہے۔ میرے بچو! آپ ایسی باتیں نہ کیا کرو۔ میں یہ باتیں اپنے بچوں کو سمجھا رہی تھی کہ کسی پیاری سی آواز نے میرا دل ہلا دیا کہ امی کیا آپ نے بھی کبھی اپنے ابو کو فادرز ڈے کا کارڈ بھیجا تھا...... اس پر یہ قلم کاغذ پر لکیریں ڈالنے پر مجبور ہو گیا کہ میرے ابوجان جنہیں ہم تو اباجان کہا کرتے تھے کتنے عظیم انسان تھے جن کی ہر ہر بات اور ادا ہمارے لئے ایک مشعلِ راہ اور مثالی تھی۔ ان کو کارڈ وغیرہ بھیجنے سے سخت نفرت تھی اور کبھی کسی نے اگر ان کو کارڈ بھجوایا بھی تو یہی کہا کہ اگر اپنے ہاتھ سے خط لکھ دیتے تو زیادہ خوشی ہوتی۔ مجھے اپنے اباجان کی چند اتنی میٹھی باتیں یاد آنے لگیں کہ آج میں انہیں کی یاد میں کچھ پھول بکھیرنے لگی ہوں۔ میرے محترم و محسن میرے پیارے اباجان (مولانا ابوالعطاء جالندھریؒ) جن کا اصلی نام تو اللہ دتہ جالندھری تھا اپنے بچپن کا ہی ایک واقعہ بتاتی چلوں کہ ایک بار میں اپنی کلاس میں فرسٹ آئی اور پاکستان کے پرانے طریق کے مطابق سارے سکول کے بچوں کو لائنوں میں اکٹھا بٹھا دیا جاتا تھا اور پھر فرسٹ اور سیکنڈ آنے والیوں کے نام بولے جاتے تھے اور میرا نام جب بولا گیا امۃ الباسط اللہ دتہ فرسٹ تو میں بجائے خوش ہونے کے رونے لگی اور منہ چھپائے روتی ہوئی بہت جلدی گھر آگئی۔ اباجان گھر میں پہلے ہی سے موجود منتظر تھے۔ مجھے روتے دیکھ کر پوچھنے لگے کہ بیٹا کیا ہوا ہے کیا فیل ہو گئیں۔ میں نے روتے ہوئے کہا۔ نہیں۔ تو پوچھنے لگے کہ آخر پھر کیا ہوا ہے میں نے بہت زیادہ رونے کے بعد بتا دیا کہ پتہ نہیں میرے نام کے ساتھ ہیڈ مسٹرس نے اللہ دتہ کا نام لگا دیا ہے۔ اس پر جو میرے اباجان ہنسے آج تک یاد ہے۔ مجھے سینے سے لگا لیا کہ بیٹا یہ تو تمہارے اباجان کا نام ہے مجھے چونکہ یہی پتہ تھا کہ اباجان کا نام ابوالعطاء جالندھری ہی ہے۔ مجھے اللہ دتہ ذرا پسند نہ آیا۔ میں نے پوچھا تو پھر انہوں نے یہ کیوں کہا۔ اس پر انہوں نے مجھے ساری بات بتائی کہ ان کا اصلی نام اللہ دتہ ہی تھا اور یہ نام ان کی پھوپھو نے پیار سے ان کے پیدا ہونے پر دیا تھا۔ کیونکہ ان سے پہلے کئی بہن بھائی فوت ہو چکے تھے اور اباجان ہی ہمارے داداجان کی زندہ رہنے والی اولاد میں سے پہلے تھے اور پرانے سلسلہ کے سب بزرگ اور جماعت کے افراد ان کو اسی نام سے جانتے ہیں۔ پھر اباجان نے مجھے مزید خوش کرنے کے لئے یہ بھی بتا دیا کہ یہ نام کس طرح اور کب بدلا اور کس نے بدلا۔ کہ ایک بار ۱۹۳۶ء میں اباجان نے ایک مقالہ لکھ کر حضور حضرت فضل عمر کو اصلاح کے لئے دیا۔ آپ نے پڑھ کر اس کے آخر میں ایک نوٹ لکھا کہ مقالہ بہت اعلیٰ معیار کا ہے مگر آخر میں آپ کا نام پڑھ کر مزہ کرکرا ہو گیا۔ آپ اپنے آپ کو ابوالعطاء کیوں نہیں کہلاتے جبکہ دونوں بڑے بھائی بھی تھے اور ان کے نام عطاء سے ہی شروع ہوتے ہیں عطاء الرحمن اور عطاء الکریم۔ یہ تو تھی نام کی بات۔

حضرت اباجان کی شخصیت سے جماعت کی اکثریت بخوبی واقف ہے آپ کی تحریر اور تقریر کا ملکہ جو آپ کو خدا نے ودیعت کیا تھا آپ کی اپنی مثال تھا۔ آپ کو بچوں سے بے حد پیار اور محبت تھی۔ سب بہن بھائیوں کو ایسے ہی لگتا ہوگا کہ اباجان اس کو ہی زیادہ پیار کرتے تھے مگر مجھے یہ لگتا ہے کہ مجھے ان سے اور ان کو مجھ سے بہت زیادہ پیار تھا۔ آج میں ان سے پیار کی باتوں کی چند جھلکیاں فادرز ڈے کی یاد میں لکھنے بیٹھی ہوں۔

مئی کا مہینہ تو ویسے ہی ساری جماعت کو اپنے روحانی باپ سے رخصت ہونے کا غم یاد دلاتا ہے مگر میرے تو روحانی اور جسمانی باپ دونوں باپوں نے دونوں نے ہی ایک ہی ماہ یعنی ماہ مئی جانے کے لئے چنا بلکہ ہماری قابل صد احترام دختر نیک اختر حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ بھی اسی ماہ میں ایک ہفتہ قبل اس سال فوت ہوئی تھیں ویسے تو میں ہر روز ہر نماز میں ہی اباجان کی بلندیٔ درجات کے لئے دعا کرتی ہوں مگر ماہ مئی شروع ہوتے ہی مجھے ان کی یاد تڑپانا شروع کر دیتی ہے حتیٰ کہ ماہ مئی پورا ہو جاتا ہے اور ۲۹ مئی کا دن بھی گزر جاتا ہے مگر یاد تو کبھی ختم نہیں ہوتی بلکہ اور بڑھ جاتی ہے۔ بتاتی دل جس نام کے ساتھ دل کو تسکین بھی ملتی ہے اسی نام کے ساتھ کچھ میرا حال بھی یہی ہوتا ہے۔ نام کی بات چلی تو اپنے نام کا ذکر بھی کرتی چلوں کہ حضرت اباجان نے کئی بار مجھے بتایا اور اب تک ہماری امی جان بتاتی رہتی ہیں (اللہ میاں ان کی صحت و عمر میں برکت دے) کہ جس روز میں پیدا ہوئی اور نام رکھوانے کے لئے اباجان حضرت فضل عمر کے پاس گئے تو حضور نے فرمایا کہ بیٹی کا نام امۃ الباسط رکھیں میری بھی ایک بیٹی کا نام امۃ الباسط ہے اور اتفاق سے یہاں پر کئی بار ان دونوں ناموں کا ذکر بھی ساتھ ساتھ ہوا ہے کہ دو تین بار جب میں نے مشن ہاؤس فون کیا اور آپریٹر صاحب نے پوچھا کہ آپ کون محترمہ ہیں اور میرے بتانے پر کہ میں امۃ الباسط ہوں اور بیگم صاحبہ سے بات کرنا ہے تو جھٹ پوچھتے ہیں بی بی! آپ ربوہ سے بول رہی ہیں یا HEATHROW ایئرپورٹ سے۔ کیونکہ ان دنوں بی بی امۃ الباسط جو حضور کی ہمشیرہ محترمہ ہیں، لندن آنے والی تھیں۔ اس پر پھر مجھے اباجان کے نام رکھوانے والی بات یاد آجاتی ہے کہ میری بیٹی بھی امۃ الباسط ہے اور میں ہزاروں خیالوں میں کھو جاتی ہوں کہ میں کہاں اور وہ پیاری اور مبارک بی بی جس کی یہ آپریٹر صاحب بات کر رہے ہیں کہاں پھر اباجان نے یہ بھی کئی بار ذکر کیا کہ جس روز میں پیدا ہوئی اسی روز ان کو جامعہ احمدیہ قادیان کا پرنسپل مقرر کیا گیا شاید بیٹیوں کی پیدائش پر خوشی کو دوبالا کر دیا۔

اباجان بیٹیوں سے بیٹوں سے بڑھ کر پیار کرتے تھے۔ میری شادی بھی جب کی تو بہت اداس ہو گئے اور اتنی کثرت سے مجھے افریقہ خط لکھا کرتے تھے کہ میرے سسرال والے بھی حیران ہوتے تھے کہ مولوی صاحب کو کیسے وقت مل جاتا ہے جبکہ اکثر آپ کے خطوط میں یہی لکھا ہوتا تھا کہ میں دفتر میں بیٹھا یہ ذرا لکھ رہا ہوں۔ بلکہ ان کا آخری خط جو ہم دونوں بہنوں امۃ المجیب جاوید اور میرے نام لکھا ہوا لا دفتر سے ہی لکھا ہوا تھا اور عین وفات کے دن لندن پہنچا تھا۔ جبھی تو میں ان کی وفات کی خبر کا یقین نہ کر سکی۔ خبر سنتے ہی گھنٹوں تک کے لئے بے ہوش ہو گئی۔ ایک شفقت اور پیار کا واقعہ خطوں کے سلسلہ میں یاد آیا کہ ایک بار اباجان نے ہم دونوں کے نام ایئر لیٹر لکھا جس کے شروع میں یوں مخاطب کیا ہوا تھا۔ عزیزم نور چشم افتخار احمد ایاز صاحب و عزیزہ امۃ الباسط صاحبہ یہ خط پڑھ کر میں بہت روئی۔ میرے میاں پوچھنے لگے کہ کیا خط میں کوئی ایسی بات تو نہ تھی، آپ کیوں اس قدر رو رہی ہیں! اور شدت سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی آخر یہ بتاتے بتاتے ہچکی بندھ گئی کہ اباجان کی تو میں بیٹی تھی مجھے صرف عزیزہ لکھا ہے اور آپ کو نور چشم...... مجھے اباجان سے پیار کا یہ عالم تھا۔ افتخار صاحب نے بہت سمجھایا کہ آپ کی وجہ سے تو میں اباجان کا نور چشم بنا ہوں اور آپ رو رہی ہیں۔ ایسی ایسی کئی مثالیں پیار کی ہیں۔ ایک بار جبکہ میں پہلی بار افریقہ سے ربوہ واپس گئی۔ ہماری بیٹی عزیزہ امۃ الرافع اور میری بھتیجی عزیزہ امۃ الواسع تقریباً ہم عمر ہیں۔ اباجان دونوں کو بہت پیار کرتے اور چاہتے تھے دونوں تھیں بھی پلوٹھی کی بیٹیاں ایک دن دونوں کو اٹھائے ٹہل رہے تھے کہ بھائی جان نے کہا چلیں اباجان آپ کی تصویر لیتے ہیں پوتی اور نواسی کے ساتھ جبکہ اس وقت نواسی دائیں ہاتھ میں اور پوتی بائیں میں تھی جھٹ بازو بدلنے لگے کہ پوتی کو دائیں اٹھانا چاہیئے۔ اور رافع کو بائیں ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہنے لگے کہ نواسی کو بائیں ہاتھ کر لیتے ہیں کہ دل کے ساتھ رہے اور میری طرف دیکھتے بھی جاتے تھے۔ اللہ اللہ! کتنا پیارا انداز تھا پیار کے اظہار کا۔ آج بھی یاد آتی ہیں یہ باتیں تو دل بھر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ میرے اباجان کے درجات بلند سے بلند تر کرتا چلا جائے۔ مجھے اپنے بچپن میں صرف ایک

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بار ابا جان کا ڈانٹنا اور ناراضگی کا اظہار کرنا یاد ہے جبکہ میں صرف ۵ سال کی تھی اور احمد نگر میں ہمارے گھر میں جو سکول امی جان محترمہ نے کھولا تھا اس میں پڑھتی تھی کہ میرے کپڑے بہت کم تھے اور جو مجھے پہننے کے لئے امی جان نے دیئے مجھے پسند نہ تھے اور میں ضد کر کے روٹھ گئی اور سکول نہ گئی بلکہ ڈیوڑھی میں سیڑھیوں کے پاس کھڑی روتی رہی جبکہ چھت پر دوسری بچیاں اپنے اپنے سبق یاد کر رہی تھیں کہ اچانک دروازہ کھلا اور پیارے ابا جان کسی کام سے جامعہ احمدیہ سے گھر آئے مجھے دیکھ کر پوچھا کیا ہوا۔ کافی غصے میں تھے میں نے دبی اپنے لاڈ میں شکایت کی۔ امی جان نے مجھے کہا کہ ان کپڑوں میں سکول جاؤ اور ابا جان دیکھیں یہ کیسے خراب ہیں مجھے ذرا پسند نہیں اس لئے یہاں کھڑی ہوں کہ آج میں نے سکول نہیں جانا کہنے لگے کیسے ہو سکتا ہے کہ تم سکول نہ جاؤ گی جو امی جان نے کہا ہے چلو جلدی کرو اور انہیں کپڑوں میں جاؤ سکول میں نے مزید رو کر کہنا چاہا آپ مزید ناراض ہوئے اور کافی ڈانٹا کہ میں ویسے ہی سسکیاں لیتی ہوئی کوٹھے پر لگے سکول میں جا شامل ہوئی۔ ساری لڑکیاں مجھے دیکھ کر پریشان بھی ہوئیں اور ہمدردی بھی کرنے لگیں۔ مگر مجھے وہ دن اور آج کا دن ان کا ڈانٹنا اور پھر رات کو پیار کرنا اور سمجھانا کبھی نہیں بھولتا۔ اس طرح امی جان کی کہی ہوئی ہر ہر بات کو ویسے ہی ماننا فرض اولین جانتی ہوں۔ ایک بات اگر بتاؤں کچھ اس دور کے پڑھنے والے حیران بھی ہوں گے یا شاید یقین بھی نہ کریں کہ جب ہم ربوہ میں رہا کرتے تھے ہمیں اجازت نہ تھی کہ ہم بازار سے کوئی بھی چیز خریدنے خود جائیں۔ حتیٰ کہ جوتوں کی خریداری بھی گھر بیٹھے ہی کیا کرتے تھے۔ رشید بوٹ ہاؤس والے ہر سائز کے جوتوں کے ایک ایک پاؤں تھیلے میں بھر کر ہمارے گھر دے جاتے تھے اور اگلے دن ہماری پسند کا اور سائز کا پوچھ کر واپس تھیلا لے جاتے تھے اور ہمارے جوتے ہمیں گھر بھجوا دیتے تھے اسی طرح گھر کا سودا سلف لانے کے لئے ہماری امی جان کو صرف لسٹ بنا کر دینا ہوتا تھا ایک دن میں نے جب کہ میں اپنے گھر والی ہو گئی تھی امی کو کافی لمبی چوڑی لسٹ بنا کر دیتے دیکھ کر کہا کہ ابا جان آپ کو پتہ ہے کہ کتنے روپوں کی یہ چیزیں آئیں گی یہ بات کہیں ابا جان جو صحن میں چک کے پیچھے وضو کر رہے تھے میری بات سن کر اندر آ گئے اور کہنے لگے کہ تم اپنی امی کو لکھ دیا کرو جو بھی چیز لکھ دیتی ہیں خدا دے دیتا ہے ان کو چیزوں کی قیمتوں سے نہ ڈراؤ۔ ابا جان کی عادت تھی بڑی فراخدلی سے خرچ کرتے تھے اور کبھی کبھی بالکل خالی ہاتھ ہو جاتے اور آخری روپے کا نوٹ بھی بٹوے سے نکال کر کسی ضرورت کے لئے ہمیں دے دیتے تو ہم قدرے پریشان ہو جاتے کہ اب کیا ہو گا مگر اس پیاری ہستی کے چہرے پر کبھی ذرا بھی فکرمندی کے آثار نہ دیکھے نہ سنے بلکہ خوش ہوتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ چیز جمع نہ رکھو اس کو خرچ کرو کیونکہ اللہ میاں تو دیکھتا ہے کہ ابھی موجود ہے اس لئے کیسے اور دے جب ختم ہو جائے تو آپ دعا کرو اور مانگو تو ضرور اور جلد دیتا ہے اور اکثر ایسے ہی ہم نے ہوتے بھی دیکھا ہے کیسی پیاری بات ہمیں سمجھا گئے ہمارے پیارے ابا جان۔

ایک بڑی پیاری ادا ابا جان کی یہ تھی کہ جب بھی باہر سے گھر آتے سفر سے خاص طور پر اور دفتر سے بالعموم آتے ہوئے کچھ نہ کچھ کھانے پینے کی چیز ضرور خرید کر لاتے۔ زیادہ دنوں کے بعد اگر واپس گھر آتے تو ضرور کپڑے یا مٹھائی یا گھر کے استعمال کی کوئی چیز ضرور لاتے ایک بار امی جان کے لئے کافی بڑے بڑے پھولوں والا سوٹ لائے امی جان نے اس کو دیکھ کر کچھ زیادہ پسند نہ کیا تو کہنے لگے مجھے تو عورتوں کے کپڑوں اور پسندوں کا نہیں پتہ نا۔ میں تو دوکاندار کو کہہ دیتا ہوں جو سوٹ سب سے قیمتی اور اچھا ہے دے دو۔ جو اس نے دے دیا میں لے آیا۔ یہ تو تھی سادگی اور جب دفتر سے آتے ہوئے اور کچھ نہ ملا تو ٹماٹر ہی اپنے رومال میں باندھے لئے آ رہے ہیں وگرنہ اکثر فروٹ یا ٹھنڈا پانی پینے کے لئے (جب تک گھر میں فرج نہ تھا) کے لئے برف ہی رومال میں باندھے لئے آتے تھے۔ جبھی ہم بھی منتظر ہوا کرتے تھے کہ ابا جان ضرور کچھ لائے ہوں گے خالی ہاتھ گھر آنا انہیں پسند نہ تھا۔ میرے بچپن کا مگر میرے ہوش سنبھالنے کا ایک واقعہ جو ابا جان نے میرے بچوں کو بھی بتایا کہ قادیان میں نماز فجر کے بعد جب آپ تلاوت کیا کرتے تھے میں پاؤں پاؤں چلتے ہوئے ان کے پاس آ جایا کرتی تھی اور تلاوت سنا کرتی تھی کہ اس دوران میں روزانہ بلاناغہ ایک آدمی جو رس۔ بند بسکٹ اور بریڈ بیچا کرتا تھا اپنی مخصوص آواز لگاتا ہوا آ جاتا اور میں اس آواز سے چوکنا ہو جاتی اور آپ اٹھ کر ضرور اس سے کچھ نہ کچھ خریدتے۔ اور میں خوشی خوشی لفافہ بھرا ہوا لے کر امی جان کے پاس لے جاتی یہ معمول روز ہوتا رہتا۔ ایک دن جبکہ آپ نے بتایا کہ آپ نے کیک بسکٹ بیچنے والے کی دو تین بار لمبی لمبی آوازیں تو سنیں سنیں اور کچھ نہ خریدا اور اس دوران میں ان کے منہ کی طرف دیکھتی رہی اور بے اختیار کہہ اٹھی کہ "آ ہیں کھالے" یعنی خود ہی کھا لو۔ تو ابا جان بڑے پیار سے ذکر کرتے تھے کہ مجھے بہت مزا آیا یہ بات سن کر اور میں اٹھا اور اس آدمی کو بلایا۔ اور ڈھیر سارے بسکٹ اور کیک خرید کر مجھے دیئے۔ اگرچہ مجھے واقعہ بالکل یاد نہیں۔ امی جان بتاتی ہیں کہ تم اس وقت ۳ سال کی تھیں مگر اس واقعہ کو ہمارے گھر میں اتنی بار یاد کیا گیا ہے کہ مجھے بھی یوں لگتا ہے کہ مجھے یاد ہے اور میں بھی ویسے ہی لطف اندوز ہوتی ہوں۔ ابا جان نے ساتھ ہی اس آدمی کو یہ بات بھی بتائی اور کہا کہ تم نہ کھاؤ ہم کھائیں گے اور اپنی بیٹی کو کھلائیں گے۔ شاید مقرر اور مناظر کو حاضر جواب اور برجستہ جواب دینے کی بھی صلاحیت اللہ تعالیٰ دیتا ہے میری دوسری بیٹی بشریٰ ایانہ جو صرف چند ماہ کی تھی اکثر جب کوئی اس سے کوئی چیز چھین لیتا یا کبھی گود میں نہ لیتا تو زور زور سے چیخیں مارا کرتی تھی اور ابا جان کو اچھا نہ لگتا تھا۔ مجھے کئی بار کہا کہ اس کو منع کرو کیوں ایسے چیختی ہے یا اس بچی کی بات جلدی پوری کیا کرو۔ ایک بار میں اس کو چھوڑ کر کہیں باہر کام سے گئی ہوئی تھی۔ آنے پر سب نے ہی بتایا یا شکایت مجھ سے کی یہ بہت چیخیں مارتی ہے۔ میں ابھی لاڈ کی پالی تھی اور پھر ابا جان سے ہر بات کہنے کی بھی جرأت رکھتی تھی۔ جھٹ جھنجلا کر کہہ دیا ابا جان آپ ہی نے تو اس کو گھٹی دی تھی۔ اب میں کیا کروں۔ فوراً کہنے لگے بیٹا یہ تقریریں بہت اچھی کرے گی۔ بھلا انہیں کیسے پتہ تھا کہ آج جبکہ میں اس بچی کو تقریریں کرتے سنتی ہوں تو یاد آتا ہے یہ تو عزیزہ کے نانا نے بہت سال قبل کہا تھا۔

اکثر بچوں میں جھگڑے کی عادت ہوتی ہے۔ یا چیز سے حصہ لیتے وقت زیادہ حصے پر نظر ہوتی ہے۔ اس بات کو ہمارے گھر میں اس طرح ختم کرنا سکھایا تھا کہ گرمیوں میں خربوزوں کی بوری بھر کر آتی تو دوپہر کے کھانے کے بعد امی جان پچیس تیس خربوزے کاٹ کر سب پھانکوں کو ملا کر جتنے ہم سب تھے ہر ایک کے حصے کی ڈھیری میں پھانکیں رکھتی جاتیں اور ایک بڑے تھال کو سامنے رکھ کر ہم میں سے کسی ایک کو کہا جاتا کہ دیوار کی طرف منہ کر لو اور امی جان ایک ایک ڈھیری پلیٹ میں رکھ کر اس سے پوچھتیں کہ یہ کس کو دیں وہ جس کو کہتا آپ پکڑاتی جاتیں۔ پھر دوسری اور تیسری۔ اس طرح سب کو حصے کر کے دیئے جاتے اور انہیں زیادہ یا کم حصہ پر جھگڑنا نہ سکھایا

ایک مرتبہ میں نے اپنے بیٹے انتصار ایاز کی بچپن کی شرارتوں اور بہنوں کو کھیلتے ہوئے تنگ کرنے کی شکایت ابا جان سے کی تو فرمایا کہ اس بچے کو کبھی ڈانٹ ڈپٹ نہ کیا کرو۔ بڑا سمجھدار ہے صرف اس کے لئے دعا کیا کرو۔ ساتھ ہی سمجھایا کہ دعا سے اصل میں بچوں کی تربیت ہوتی ہے دیکھو حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کو کیا ڈر تھا کہ ان کی اولاد بگڑے گی۔ مگر دیکھو حضور نے کسقدر دعائیں کیں ہیں اپنی اولاد کے لئے۔

ہمارے ابا جان ہمارے بہترین دوست بھی تھے۔ ہمارے ساتھ بارہ ٹہنی بھی کھیلتے اور ہارنے والے کو حلوہ کھلانا مقرر تھا جیتنے والے کو سارے ہی انعام دیتے ہیں ہارنے والے کو آج حلوہ کھلائیں گے خود کبھی نہیں ہارتے تھے۔ شکار کے بے حد شوقین تھے اور اچھے شکاری اور نشانہ باز تھے۔ شکار کا گوشت جو اکثر کبوتر اور فاختہ ہی ہوتے تھے تحفے میں عزیزوں اور دوستوں کو بھجوایا کرتے تھے رات کو خواہ کتنی دیر سے شکار سے واپس آتے خواہش ہوتی کہ ابھی تیار ہو تو کھانا کھائیں اسی لئے ہماری امی جان بھی بڑی پھرتی سے شکار کا تھیلا ہاتھ سے لے کر سب دوسرے کام چھوڑ کر شکار بنانے بیٹھ جاتیں اور اس کے ساتھ گرم گرم پھلکے بنا کر کھلا کر خوش ہوتیں۔ ابا جان گھر کے آرام اور سادہ روٹی سالن پر بہت خوش ہوتے تھے۔ اکثر سفر سے پروگرام سے پہلے گھر یعنی بغیر اطلاع کے آنے پر دال ہی پکی ہوئی ملتی تو بھی وہ کھا کر اس قدر خوش ہوتے اور بار بار اللہ تیرا شکر ہے تقریباً ہر لقمہ کے بعد پڑھتے اور کہتے جاتے۔ کہ اللہ نے جو مزا اور سکون گھر میں رکھا ہے کہیں نہیں۔ پچھلا سارا ہفتہ اعلیٰ سے اعلیٰ کھانے کھانے میں گزرا مگر گھر میں بچوں کے پاس آن کر یہ دال روٹی جو مزا اس کا ہے جواب نہیں۔ آپ اتنی کثرت سے اللہ کی حمد کرتے تھے کہ میری چھوٹی بہن جب

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اُس نے یہ سیکھا کہ کھانا کھانے کے بعد اللہ تیرا شکر ہے پڑھتے ہیں تو کہنے لگی کہ اباجان نے ...... پڑھ لی ہے پھر بھی کھاتے جاتے ہیں اس کو بتانا پڑا کہ ہر لقمے کے بعد پڑھتے ہیں۔ کھانے کی بات ہو رہی ہے میں اپنے اباجان کا مجھ سے پیار اور تربیت کا ایک نہایت پیارا واقعہ بتا دوں تو شاید کسی اور میرے جیسے لاڈلے ناز کے پالے یا بگڑے کے لئے سبق ہو وہ یہ کہ ایک دفعہ جبکہ ہم احمد نگر میں رہتے تھے رات کے کھانے کے لئے گھر میں مچھلی پکی اور چھوٹے چھوٹے کانٹوں والی تھی۔ یاد رہے ہماری امی جان مچھلی کا سالن بہت ہی مزے کا بناتی ہیں۔ ویسا ہی مزے کا ہو گا مگر میں نہ پسند کرتی تھی کہ اس میں کانٹے تھے۔ بس غصے میں بھوکی ہی سو گئی۔ کہ آپ نے کانٹوں کے بغیر مچھلی یا ایک ہی کانٹے والی مچھلی کیوں نہیں پکائی۔ میں نے کھانا نہیں کھانا۔ اس پر بس نہ سمجھے گا رات گئے جب اباجان عشاء کی نماز کے بعد کی میٹنگ میں شمولیت کے بعد گھر آئے تو امی جان نے اُن کو کھانا دیا اور اسکا دوران کہیں میری شکایت بھی ہو گئی پھر کیا تھا کہ اباجان نے مجھے جگایا اور مچھلی سے چھوٹے چھوٹے کانٹے اپنے ہاتھوں سے الگ کر کے مجھے پاس بٹھا کر کھانا کھلایا اور ساتھ ساتھ سمجھاتے رہے کہ بیٹا جو گھر میں پکے خوش ہو کر کھاتے ہیں۔ مگر میں ضرور کوشش کیا کروں گا کہ آئندہ سے گھر میں مچھلی عمدہ قسم کی ہی آیا کرے۔

میں صدقے جاؤں اس پیار کرنے والے اباجان کی شفقت کے جنہوں نے ہمیں یہ سب سکھایا اور بتایا ایک بار گھر کے صحن میں دو چھوٹے بچے آپس میں جھگڑ رہے تھے ایک نے دوسرے کو چوہا کہا تو دوسرے نے جواباً اس کو چوڑا (جمعدار) کہہ کر اپنا بدلہ لیا۔ یہ جھگڑے کے الفاظ اور القاب جب اباجان کے کانوں میں پڑے تو بیٹھک سے اٹھ کر باہر آ گئے اور دونوں کو پکڑ کر ساتھ ساتھ کھڑا کیا اور سختی سے نہیں بلکہ پیار سے مسکراتے ہوئے کہا کہ لڑائی کرتے ہوئے چوہڑا بے شک کہہ لیا کرو مگر چوہا نہ کہا کرو چوہڑا کم از کم انسان تو ہوتا ہے اس طرح یہ سننا بھی برداشت نہ کر سکتے تھے کہ کوئی کہے کہ اس نے جھوٹ بولا ہے کہا کرتے تھے مجھے یہ لفظ "جھوٹ" بڑا ہی سخت تکلیف دیتا ہے۔ اگر یہ کہہ دو کہ اُس نے وہ بات غلط کہی ہے تو قدرے اس بات میں نرمی تو ہوتی ہے۔

اب ایک آخری اور اباجان کے پیار کی بات کی یاد جو آج بھی عیدوں کی آمد سے دل میں چٹکیاں لیتی ہے وہ یہ کہ جب میں شادی کے بعد افریقہ چلی گئی اور پہلی بار تین سال کے بعد واپس آئی تو ایک رات نہایت پیار سے اباجان نے مجھے اپنے کمرہ میں بلایا اور سب سے الگ چپکے سے میرے ہاتھ میں ۳۰ روپے دیئے جن میں ۵، ۵ روپے کے نئے نئے نوٹ تھے۔ میں نے پوچھا اباجان یہ کیا تو کہنے لگے کہ بیٹا تمہارے افریقہ جانے کے بعد پوری چھ عیدیں تمہارے بغیر گزری ہیں اور یہ تمہاری عیدی ہے جو میں باقی سب عزیزوں کو ۵ روپیہ فی ہر عزیزہ کو دیا کرتا ہوں۔ جب بھی سب کو دیتا تھا اور تم یاد آتی تھیں تو تمہاری عیدی میرے پاس جمع ہے اور پھر گلے لگا کر بہت پیار کیا۔

اب بھی یہ بات دل کو رہ رہ کر یاد آتی ہے کہ ان پانچ روپوں کے ساتھ جو پیار ملا کرتا تھا کہاں سے ملے گا۔ اسی طرح کی بے شمار پیاری پیاری اور انوکھی باتیں جن سے ان کا بیٹیوں سے پیار اور ساتھ ساتھ ان کی تربیت کا خیال عیاں ہے میں یہ نادر ذرے جو آج یہاں لندن میں ہے۔ یعنی ۱۷ جون اور میں اپنے اباجان کی یاد میں یہ لکھ رہی ہوں۔ باقی پھر کبھی موقع ملنے پر لکھوں گی اس وقت سب کو صرف یہ بھائیوں کی بات بتا دوں کہ کبھی کبھی ان کو شکوہ ہو جاتا تھا کہ ابا جان ہماری بہنوں کی بہت زیادہ حمایت اور ہمدردی اور پیار کرتے ہیں۔ جبھی مقامات النساء لکھی ہے۔ جن میں ماؤں بہنوں اور بیٹیوں اور بہوؤں کے ساتھ سلوک کی احادیث ہیں۔ آپ نے تو خود صنف نازک سے حُسنِ سلوک کر کے اس کی مثال قائم کی تھی جبھی بھائی جان نے تو کہہ ہی دیا کہ اباجان آپ ایک کتاب مقامات الرجال بھی لکھ دیں ......

بالآخر میں اس عظیم باپ کی بیٹی کی حیثیت سے تو کچھ بھی ان کی خدمت نہ کر سکی اب صرف دعائیں ہی ہیں جو میں کر سکتی ہوں اور ان کے لئے دن رات کرتی ہوں اور بہت یاد کرتی ہوں۔ اللہ میاں میرے اباجان کے درجات بلند سے بلند کرتا چلا جائے اور ہمیں اُن کی تمام خوبیوں کو اپنانے کی توفیق عطا کرے اور جو دعائیں انہوں نے ہمارے لئے کی ہیں ہمارے حق میں قبول ہوں نیز یہ بھی دُعا کی درخواست ہے کہ اللہ میاں ہماری امی جان محترمہ کو جو آج کل ٹورنٹو میں ہیں اعلیٰ صحت و سلامتی کے ساتھ لمبی عمر دے۔ ہمیں اُن کی خدمت کی توفیق دے اور اللہ تعالیٰ ہم سب بہن بھائیوں کا حافظ و ناصر ہو۔

★ ——— ★

بریگیڈیئر سید حامد ممتاز

آم

اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف کی مختلف آیات میں اپنی دی ہوئی نعمتوں میں پھلوں کو بھی شامل کیا ہے۔ واقعی پھل انسانی جسم کی نشوونما اور تحفظ میں ایک نمایاں کردار ادا کرتے ہیں۔ پھلوں کا بادشاہ آم ہے۔ یہ غذائیت لطافت اور فرحت میں اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ یہ واحد پھل ہے جسکی تعریف میں کسی زبان کے چوٹی کے شاعر نے قصیدہ لکھا ہو۔ مرزا اسد اللہ خان غالب نے "در صفت انبہ" لکھ کر آم کو ایک بلند مقام دے دیا ہے۔

اور پاکستان کے علاوہ آم کی اعلیٰ اقسام سری لنکا۔ برما۔ تھائی لینڈ۔ انڈونیشیا۔ ملائیشیا اور فلپائن میں پیدا ہوتی ہیں۔ منطقہ حارہ کے دیگر ممالک میں بھی اچھا آم کاشت کیا جاتا ہے۔ یہ تمام ملک اپنے اپنے آموں کے اوصاف پر فخر کرتے ہیں۔

قدرتی طور پر اُگے ہوئے آم کے پودے اب بھی بنگلہ دیش اور برما کے ساحلی علاقوں میں پائے جاتے ہیں۔ انسان نے چار ہزار سال قبل آم دریافت کر لیا تھا۔ اور اسکی کاشت شروع کر دی تھی۔ برِصغیر میں مغلیہ عہدِ سلطنت میں آم کی کاشت کو بہت ترقی ملی۔ شہنشاہ اکبر نے دربھنگہ کے قریب آموں کا ایک باغ لگوایا جس میں ایک لاکھ پودے تھے۔

آم کی اقسام اور انکی تشکیل

آم کے پھولوں یعنی بُور میں نر و مادہ مخلوط ہوتے ہیں چنانچہ مادہ پھول کی زرخیزی اُسی پودے کے زرگل سے بھی ممکن ہے اور بذریعہ شہد کی مکھیوں اور دیگر حشرات بھی ممکن ہے ایسے زرگل سے مادہ کی زرخیزی ہو جو کسی دوسرے پودے سے حاصل شدہ ہو۔ قدرت کے اس نظام کے تحت عجیب و غریب صناعی ہوتی رہتی ہے اور جب آم کی گٹھلیوں کو بو کر درخت حاصل کئے جاتے ہیں تو اُن پر طرح طرح کے آم لگتے رہتے ہیں جو شیرینی۔ خوشبو۔ سائز اور رنگ میں ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ یہ سب انتظام اللہ تبارک تعالیٰ کی صفت رحمانیت کے تابع ہے اور انسان پر اسکی رحمت اور کرم کا مظہر ہے۔ اس طرح آم کی دو صد کے قریب اقسام تو پہچانی گئی ہیں۔ اور بہت سی اور بھی معرض وجود میں ہیں۔

انسان نے صرف یہ کیا ہے کہ ان اقسام میں سے اپنی پسند کے پھل چن لئے ہیں ان کو نام دے دیا ہے اور اُن کی افزائش نسل بذریعہ قلم اور چشمہ شروع کر کے باغات میں رائج کر دیا ہے۔ مثلاً ایک نہایت شیریں پھل جو وزن میں بھی ایک پاؤ کے قریب تھا ایک ایسے درخت پر لگا دیکھا جو ایک معذور فقیر کے صحن میں اُگ رہا تھا۔ اُنہوں نے اس پھل کا نام لنگڑا رکھ دیا اور اب یہ برِصغیر کے بہت سے باغات میں کاشت ہو رہا ہے۔

اسی طرح دیگر اقسام جیسے سندھڑی۔ سرولی دوسہری۔ چونسہ۔ انور رٹول اور فضلی وجود میں آ گئیں۔ یہ سب پاکستان میں آم کی بہترین اقسام ہیں۔

آم کی کاشت اب باغبان کی پسند کیمطابق دو طرح کی جاتی ہے۔

(۱) تخمی

یہ پودے آم کی گٹھلی بو کر پیدا کئے جاتے ہیں اور پودہ بڑھ کر درخت بن جاتا ہے اسے پھل دس بارہ سال بعد لگتا ہے۔ ہر درخت کا پھل اپنی ہی طرز کا ہو گا۔ کوئی شیریں کوئی ترش کوئی زرد کوئی سرخ۔ تخمی پودوں کی عمر دو سو سال تک بتائی جاتی ہے۔ (۲۰۰ سال) پھل رس دار ہوتا ہے اور ریشہ بھی ہوتا ہے۔ یہ پھل چوسنے کے علاوہ آم کا سکواش بنانے کے کام بھی آتا ہے۔

(ii) قلمی

تخمی پودہ جات جب دو سال کے ہو جاتے ہیں تو ان کے تنے پر قلمی طرز کے آم سے حاصل شدہ قلم یا

باقی صفحہ ۸ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

شذرات

نون ۔ سین

جنوبی افریقہ

جب نیلسن منڈیلا ۔ جو جنوبی افریقہ کے سیاہ فام لوگوں کے لیڈر ہیں ۔ کو رہا کیا گیا تھا تو امید کی جاتی تھی کہ تمام سیاہ فام لوگ مل کر حکومت کے ساتھ بات کریں گے اور جلد ہی بہتر نتائج سامنے آسکیں گے ۔ لیکن یہ امید ابھی پوری ہوتی نظر نہیں آتی ۔ اس لئے کہ سفید فام لوگوں کی حکومت اور سیاہ فام لوگوں کے آپس میں تصادم سے کچھ ہٹ کر اب سیاہ فام لوگوں کا ایک دوسرے سے تصادم شروع ہو گیا ہے اور تھوڑے تھوڑے وقفے سے ان جھگڑوں میں بے شمار آدمی ہلاک ہو رہے ہیں ۔ چنانچہ گذشتہ جمعے نیلسن منڈیلا اور ملکی صدر فریڈرک ڈی کلارک کے درمیان اس موضوع پر گفت وشنید ہوئی کہ امن کے سلسلے میں جو گفتگو کی جا رہی ہے اس کو سبوتاژ ہونے سے کس طرح بچایا جائے ۔ اگرچہ اس میٹنگ کے بعد کوئی بیان تو جاری نہیں کیا گیا ۔ لیکن صدر ڈی کلارک نے کہا کہ یہاں ایسی قوتیں موجود ہیں جو امن کے ساتھ گفتگو کو جاری نہیں رہنے دینا چاہتیں ۔ حال ہی میں جو تشدد کے مظاہرے ہوئے ہیں ۔ جس میں ایک دوسرے پر حملے بھی کئے گئے اور آگیں بھی لگائی گئیں ۔ یہ حکومت کو کسی طرح بھی قابل قبول نہیں ہیں ۔ بلکہ کہا جا سکتا ہے کہ کسی بھی مہذب سوسائٹی میں ان باتوں کو پذیرائی حاصل نہیں ہو سکتی ۔ اور جیسا کہ ہر شخص سمجھ سکتا ہے ۔ اگر سیاہ فام لوگ آپس میں یونہی مرتے مارتے رہے تو ان کے حقوق کو کسی صورت میں بھی فروغ حاصل نہیں ہو سکے گا ۔ نئے جنوبی افریقہ جس کے خواب دیکھے جاتے ہیں وہ اس طرح کسی صورت میں بھی معرض وجود میں نہیں آسکتا ریل گاڑیوں پر حملے کر کے بیسیوں آدمیوں کو ہلاک کیا جا رہا ہے اور سینکڑوں آدمیوں کو مجروح ۔ ان واقعات میں اب تک ۷۰۰ سے زیادہ افراد ہلاک ہو چکے ہیں اور یہ حملے زولو انکاتھا ۔ فریڈم پارٹی اور افریقن نیشنل کانگریس نے جوہنسبرگ میں شروع کئے تھے ۔ اگرچہ بعض اوقات ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ جھگڑے ختم ہو گئے ہیں ۔ لیکن پولیس کو اس بات کی اطلاع ملتی رہتی ہے کہ مزید جھگڑے ہو بھی رہے ہیں اور ان سے بڑے جھگڑوں کی تیاریاں بھی کی جا رہی ہیں ۔ صدر جنوبی افریقہ نے کہا ہے کہ وہ ایسے اقدامات کا اعلان کرنے والے ہیں ۔ جن سے ان جھگڑوں کو روکا جا سکے گا ۔ خدا کرے کہ آپس کی یہ لڑائیاں ختم ہوں اور تمام سیاہ فام مل جل کر ایک ایسا لائحہ عمل پیش کر سکیں ۔ جو جنوبی افریقہ میں نسل پرستی کے قوانین کو ختم کرنے میں ممد ثابت ہو ۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم نسل پرستی کی لعنت کے خاتمے کے لئے جنوبی افریقہ کے سیاہ فام لوگوں کے لئے تہِ دل سے دعا کریں ۔ اللہ تعالیٰ انہیں باہم مل کر کام کرنے کی توفیق دے اور انہیں آزاد زندگی بسر کرنے کی فضا میسر آسکے ۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو ۔

جماعت کرائیڈن کی
ممبر پارلیمنٹ سے ملاقات

۲۰ مئی ۱۹۹۰ء کو کرائیڈن کی جماعت نے ایک نہایت کامیاب تقریب کا انعقاد کیا مقامی رکن پارلیمنٹ مسٹر ہمفرے مالن بھی اس تقریب میں شامل ہوئے بیت الفضل لندن کے نمائندوں کے طور پر مکرم ہدایت اللہ بنگوی صاحب ، مکرم ایس اے رحمان صاحب اور مکرم اسمٰعیل آڈو صاحب شامل ہوئے ۔ مقامی صدر جماعت مکرم محمد احمد صاحب اور مکرم ہدایت اللہ بنگوی صاحب نے حاضرین سے خطاب فرمایا انہوں نے جماعت احمدیہ کی عالمگیر سرگرمیوں کا تعارف کرایا ۔

اپنی جوابی تقریر میں مسٹر مالن نے کہا کہ وہ اس تقریب میں شامل ہو کر بڑے خوش ہوئے ہیں اور ان کو ایسا احساس ہو رہا ہے کہ جیسے وہ اپنے دوستوں میں موجود ہیں ۔ انہوں نے رکن پارلیمنٹ کے طور پر اپنے فرائض اور کام سے آگاہ کیا ۔ انہوں نے بتایا کہ برطانیہ میں جہاں کئی قومیں اور نسلیں آباد ہیں ۔ سماجی ۔ اخلاقی ۔ ثقافتی اور تعلیمی میدانوں میں کس قسم کی مشکلات پیش آتی ہیں ۔ تقریر کے آخر میں انہوں نے امید ظاہر کی کہ اس تقریب کے نتیجہ میں آپس میں بہتر قسم کے تعلقات استوار ہو سکیں گے ۔ اس تقریب میں جس کا اختتام ڈنر پر ہوا ایک سو سے زیادہ مہمان شامل ہوئے ۔

ظہور احمد

ایک بنیادی معاشرتی کمزوری

دنیا میں ہمیشہ سے یہ قانون چلتا آرہا ہے کہ جب بھی کسی قوم نے ترقی کی ہے کوئی نہ کوئی ایسا پہلو خصوصی طور پر ان میں موجود رہا ہے ۔ جس کی طرف پوری قوم نے من حیث القوم خصوصی توجہ دی ہے ۔

اور یہ ترقی کے لئے ایک بنیادی زینہ ہے آج بھی اگر کوئی قوم ملک یا معاشرہ یا کسی بھی شعبہ سے تعلق رکھنے والی کوئی پارٹی ترقی کی خواہشمند ہے وہ اس وقت تک ہرگز ترقی نہیں کر سکتی ۔ جب تک وہ اپنے اندر موجود کسی خاص پہلو کو نمایاں نہیں کرتی ۔ پس جہاں ترقی کے لئے اور بہت سے ذرائع سوچے جا سکتے ہیں ان میں سے سب سے بنیادی اور سب سے اہم ذریعہ یہ ہے کہ اگر ہم ترقی کرنا چاہتے ہیں تو اپنے اندر موجود کسی خاص پہلو کو اُجاگر کریں ۔

ہمارے معاشرے میں جہاں اور بہت سی کمزوریاں پائی جاتی ہیں وہاں ایک کمزوری بالخصوص قابل ذکر ہے کہ ہمارے ہاں غریب کی عزت محفوظ نہیں اور اس کو حقوق سے بالکل محروم رکھا جاتا ہے ۔ جس کی وجہ سے ہمارے معاشرے نے بہت سی ٹھوکریں کھائی ہیں ۔ اور ترقی کی راہ سے بہت دور جا چکا ہے ۔ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ قوموں کو اپنی ترقی کے لئے کوئی نہ کوئی خاص پہلو متعین کرنا پڑتا ہے ۔ لیکن ہماری بدقسمتی ہے کہ ہمارے سامنے وہ پہلو موجود بھی ہے اور ہم اس کی طرف توجہ نہیں دے رہے ۔ ہمارا معاشرہ قرآنی معاشرہ ہے اور قرآن مساوات کی تعلیم دیتا ہے اور ہرگز کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح نہیں دیتا ۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ”مومنوں کا رشتہ آپس میں بھائی بھائی کا ہے“ ۔ پس اس لحاظ سے اگر ہم غریب کی ناقدری کرتے ہیں اور اس کے حقوق پوری طرح ادا نہیں کرتے تو ہم قرآن کریم کی تعلیم سے باہر نکل جاتے ہیں ۔ ہاں ایک موقع پر قرآن ایک مومن کو دوسرے مومن پر فوقیت بھی دیتا ہے اور وہ فوقیت تقویٰ کی فوقیت ہے ۔ کہ جو شخص اللہ کا تقویٰ اختیار کرے گا اس کا مقام عام مومنوں سے بلند ہو گا ۔

شروع سے اب تک کی تاریخ کا مطالعہ کر کے دیکھ لیجئے کہ جب بھی کسی قوم ملک یا معاشرہ نے ترقی کی ہے ۔ ہمیشہ طبقاتی تفریق کو نظر انداز کر کے ترقی کی ہے ۔ پس اگر ہم معاشرے کی ترقی میں حائل باقی سب کمزوریوں کو پس پشت ڈالتے ہوئے صرف اس بنیادی کمزوری کی طرف توجہ دیں اور اس کو دور کرنے کی کوشش کریں تو ہمارا معاشرہ ترقی کی طرف تیزی کے ساتھ بڑھ سکتا ہے ۔ اور جو مختلف قسم کی رکاوٹیں ہیں وہ دور ہو سکتی ہیں ۔ لیکن اس بات سے بھی انکار نہیں کہ ہمارے معاشرے میں بھی ایک ایسا طبقہ موجود ہے جو ان کمزوریوں سے پاک ہے ۔ اور اگر ان کے حالات کا جائزہ لیا جائے تو بظاہر وہ بالکل خستہ حال نظر آتے ہیں لیکن ان کے دل کی کیفیت معلوم کی جائے تو وہ بہت خوشکن زندگی گزار رہے ہوتے ہیں اور اپنی زندگی میں ایک نمایاں تبدیلی محسوس کر رہے ہوتے ہیں ۔ وہ کسی ایک پر ظلم یا زیادتی ہوتے دیکھ کر آرام سے نہیں بیٹھے رہتے بلکہ اس کے دشمن کو اپنا دشمن سمجھ کر متحد ہو کر اس کا مقابلہ کرتے ہیں اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آئندہ کوئی بھی ان کے خلاف نہ ہاتھ سے اور نہ زبان سے آواز اُٹھاتا ہے ۔

غریب اور امیر کی تفریق سے معاشرہ کو بہت سے نقصانات کا سامنا کرنا پڑتا ہے ۔ کچھ نقصانات تو ایسے ہیں جس کا زیادہ سامنا غریب کو کرنا پڑتا ہے ۔ مثلاً اس کو امیر طبقہ معاشرے سے کاٹ کر پھینک دیتا ہے اور اس کو اچھوت سمجھتا ہے ۔ اس بات کا نقصان اس کی ذات کو یہ پہنچتا ہے کہ اس کو ہمیشہ اپنی جان کا خطرہ پڑا رہتا ہے اس کے ہاں اولاد تو ہوتی ہے مگر وہ ان کو تعلیم نہیں دلوا سکتا ۔ پھر جب اولاد جوان ہوتی ہے تو اس کی شادی اس کے لئے ایک مسئلہ بن جاتی ہے ۔ کوئی اس کو رشتہ نہیں دیتا ۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اولاد اسی طرح بوڑھی ہو جاتی ہے ۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یہ نقصانات ایسے ہیں۔ جس کا زیادہ اثر غریب کو قبول کرنا پڑتا ہے۔ لیکن اس بات سے ہرگز انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ان نقصانات کا ایک حد تک اثر معاشرہ کو بھی پہنچتا ہے۔ اس کے علاوہ کچھ نقصانات ایسے ہیں جن کا اثر معاشرہ کو بحیثیت مجموعی پہنچتا ہے کہ اتحاد کی طاقت بالکل زائل ہو جاتی ہے اور معاشرہ میں ایک طبقاتی تفریق پیدا ہو جاتی ہے اور دشمن کو حملہ کرنے کا موقع ملتا ہے۔ جس کی وجہ سے معاشرہ کو شدید نقصان اٹھانا پڑتا ہے اور بجائے اس کے کہ وہ دشمن کا مقابلہ کریں وہ آپس میں ہی لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں اور جس قوم یا معاشرہ کا یہ حال ہو وہ کسی صورت میں بھی ترقی نہیں کر سکتا۔

پھر سب سے قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ ہم اپنی روزمرہ زندگی میں دیکھتے ہیں کہ جب بھی کوئی پارٹی یا گروہ اٹھتا ہے کہ اپنا نام پیدا کرے۔ وہ اپنی کامیابی کے لئے غریب کی عزت اور اس کے حقوق کی حفاظت کا نعرہ تو لگاتا ہے مگر اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے اور عملی رنگ دینے سے پہلے ہی ہمت ہار کر بیٹھ جاتا ہے۔

اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ امیر لوگ خوشیاں مناتے ہیں جن میں غریبوں کو بالکل نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ ان کو یہ احساس تک نہیں ہوتا کہ ہمارے معاشرہ میں ایک ایسا طبقہ بھی موجود ہے جو ان خوشیوں سے محروم ہے۔ چنانچہ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ غریب کو اپنے کمتر ہونے کا احساس ہونے لگتا ہے اور وہ صاحب ثروت لوگوں کے پاس جانے سے بھی گھبراتا ہے۔ اور اس طرح معاشرہ میں ایک تفریق پیدا ہو جاتی ہے۔ حالانکہ چاہیئے تو یہ کہ جب امیر لوگ خوشیاں منائیں تو ان میں غریبوں کو بھی شریک کریں۔ کیونکہ اس سے دونوں جانب فائدہ ہوگا۔ امیر کو یہ احساس ہوگا کہ مجھ سے نچلا طبقہ کس حال میں ہے اور ہو سکتا ہے کہ خدا کبھی مجھ پر بھی ایسا وقت لے آئے تو میں نے ایسے حالات کا کس طرح مقابلہ کرنا ہے؟ اور غریب کو اس کا یہ فائدہ ہوگا کہ باوجود غریب ہونے کے اس کی حوصلہ افزائی ہوگی اور اس کو یہ احساس ہوگا کہ میں دوسروں سے کمتر نہیں ہوں اور سب سے اہم اور بنیادی فائدہ اس کا یہ ہوگا کہ آپس کی طبقاتی تفریق ختم ہوگی اور معاشرہ مستحکم ہوگا۔

پس آج اگر ہم کسی بھی میدان میں نمایاں ترقی حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں طبقاتی تفریق کو نظر انداز کر کے متحد ہو کر اجتماعیت کے ساتھ اپنا قدم آگے بڑھانا ہوگا۔

وصایا

ضروری نوٹ:۔ مندرجہ ذیل وصایا مجلس کارپرداز کی منظوری سے قبل اس لئے شائع کی جا رہی ہیں کہ اگر کسی شخص کو ان وصایا میں سے کسی کے متعلق یا کسی جہت سے کوئی اعتراض ہو تو دفتر بہشتی مقبرہ کو پندرہ (۱۵) یوم کے اندر اندر تحریری طور پر ضروری تفصیل سے آگاہ فرمائیں۔

سیکرٹری
مجلس کارپرداز ۔ ربوہ

مسل ۲۷۶۸۳/

میں ذکیہ سلطانہ زوجہ رانا اقبال الدین قوم راجپوت۔ پیشہ ملازمت۔ عمر ۳۶ سال۔ بیعت پیدائشی احمدی۔ ساکن کوارٹر ۲۶ صدر انجمن احمدیہ ربوہ۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۹ مئی ۱۹۹۰ء میں وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔ اس وقت میری کل جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کی تفصیل حسب ذیل ہے جس کی موجودہ قیمت درج کر دی گئی ہے۔ ۱۔ حق مہر ۔/۱۵۰۰ روپے۔ ۲۔ زیورات طلائی ½۲ تولہ مالیتی ۔/۷۵۰۰ روپے۔ ۳۔ سلائی مشین۔ اس وقت مجھے مبلغ ۴۵۰ روپے ماہوار بصورت ٹیچر پرائیویٹ سکول مل رہے ہیں۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ داخل صدر انجمن احمدیہ کرتی رہوں گی اور اگر اس کے بعد کوئی جائیداد یا آمد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو کرتی رہوں گی اور اس پر بھی وصیت حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جائے۔ الامتہ:۔ ذکیہ سلطانہ زوجہ رانا اقبال الدین کوارٹر ۲۶ صدر انجمن احمدیہ ربوہ۔ گواہ شد ۱:۔ اقبال الدین خاوند موصیہ۔ گواہ شد ۲:۔ صوبیدار سراج الدین وصیت ۶۳۸۰/ خسر موصیہ۔

مسل ۲۷۶۸۴/

میں بشارت احمد ولد فضل دین صاحب قوم مانگیر۔ پیشہ تجارت۔ عمر ۵۹ سال۔ بیعت پیدائشی احمدی۔ ساکن ۸/۲۱ دارالیمن وسطی ربوہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۶ جون ۱۹۹۰ء میں وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔ اس وقت میری کل جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کی تفصیل حسب ذیل ہے جس کی موجودہ قیمت درج کر دی گئی ہے۔ مکان برقبہ ۱۰ مرلہ واقع محلہ دارالیمن وسطی ربوہ مالیتی ۔/۱,۲۵,۰۰۰ روپے اس وقت مجھے مبلغ ۔/۲,۰۰۰ روپے + ۔/۲۶۰ روپے ماہوار بصورت تجارت و پنشن مل رہے ہیں۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ داخل صدر انجمن احمدیہ کرتا رہوں گا اور اگر اس کے بعد کوئی جائیداد یا آمد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو کرتا رہوں گا اور اس پر بھی وصیت حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جائے۔ العبد:۔ بشارت احمد ولد فضل دین ۸/۲۱-ب دارالیمن وسطی ربوہ۔ گواہ شد ۱:۔ محمد اسماعیل اسلم وصیت ۲۴۴۶/۔ گواہ شد ۲:۔ فہیم احمد خادم وصیت ۲۴۷۵۶/۔

مسل ۲۷۶۸۵/

میں احمد طاہر مرزا ولد مرزا البشیر احمد صاحب قوم مغل پیشہ طالب علم۔ عمر ½۱۸ سال۔ بیعت پیدائشی احمدی۔ ساکن محلہ نواں پنڈ ضلع سیالکوٹ حال ناصر ہوسٹل ربوہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۰ ستمبر ۱۹۸۹ء میں وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔ اس وقت میری کل جائیداد منقولہ و غیر منقولہ فی الحال کوئی نہیں ہے۔ اس وقت مجھے مبلغ دوصد (۔/۲۰۰) روپے ماہوار بصورت جیب خرچ مل رہے ہیں میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ داخل صدر انجمن احمدیہ کرتا رہوں گا اور اگر اس کے بعد کوئی جائیداد یا آمد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو کرتا رہوں گا اور اس پر بھی وصیت حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جائے۔ العبد:۔ احمد طاہر مرزا ناصر ہوسٹل ربوہ گواہ شد ۱:۔ حافظ مظفر احمد وصیت ۲۲۶۹۶/۔ گواہ شد ۲:۔ عبد السمیع خان وصیت ۲۴۳۹۴/۔

مسل ۲۷۶۸۶/

میں لئیق احمد طاہر ولد چوہدری محمد حسین صاحب۔ قوم ارائیں۔ پیشہ الیکٹریشن۔ بیعت پیدائشی احمدی۔ ساکن راجن پور ضلع راجن پور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۶ اپریل ۱۹۹۰ء میں وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔ اس وقت میری کل جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کی تفصیل حسب ذیل ہے جس کی موجودہ قیمت درج کر دی گئی ہے۔ مکان برقبہ ۱ مرلہ واقع عنایت آباد کالونی راجن پور مالیتی مبلغ ساٹھ ہزار (۔/۶۰,۰۰۰) روپے جو پانچ بھائیوں میں مشترک ہے میرے ۱/۵ حصہ کی قیمت مبلغ بارہ ہزار (۱۲,۰۰۰) روپے بنتی ہے۔ اس وقت مجھے مبلغ ۔/۹۰۰ روپے ماہوار بصورت مزدوری مل رہے ہیں۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ داخل صدر انجمن احمدیہ کرتا رہوں گا اور اگر اس کے بعد کوئی جائیداد یا آمد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو کرتا رہوں گا۔ اور اس پر بھی وصیت حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ منظوری سے منظور فرمائی جائے۔ العبد:۔ لئیق احمد طاہر ولد چوہدری محمد حسین صاحب عنایت آباد کالونی راجن پور گواہ شد ۱:۔ فرید احمد تبسم مربی سلسلہ گواہ شد ۲:۔ چوہدری علی محمد صدر جماعت احمدیہ داجل ضلع راجن پور۔

تبدیلی نام

میرا نام مبشر احمد کی بجائے مبشر حسین ہے۔ کاغذات میں درست کر لیا جائے۔

مبشر حسین
ٹھٹھہ جوئیہ ضلع سرگودھا

جہاں گندگی ہے وہاں مکھی ہے اور جہاں مکھی ہے وہاں بیماریاں ہیں،

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بقیہ: صا سے آگے

حضرت نواب محمد علی خان صاحب اور حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی صاحبزادی محترمہ صاحبزادی محمودہ بیگم سے ہوئی تھی۔ آپ کی یادگار آپ کی بیگم صاحبہ کے علاوہ چار صاحبزادے اور ایک صاحبزادی ہیں جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

۱۔ محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا مبشر احمد صاحب۔ ایم بی بی ایس۔ ایف آر سی ایس سرجن فضلِ عمر ہسپتال ربوہ

۲۔ مکرم مرزا مظہر احمد صاحب۔

۳۔ محترمہ امۃ الحی صاحبہ بیگم محترم ڈاکٹر حامد اللہ خان صاحب یارکشائر برطانیہ

۴۔ مکرم مرزا عمر احمد صاحب

۵۔ مکرم مرزا مظفر احمد صاحب ایڈووکیٹ حال لاہور۔

محترم صاحبزادہ صاحب نے مختلف جماعتی عہدوں پر خدمات انجام دینے کے علاوہ وَرلڈ احمدیہ ڈاکٹرز ایسوسی ایشن کے چیئرمین کے طور پر بھی سال ہا سال خدمات انجام دیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ

اپنے فضل سے اس بابرکت وجود کو غریقِ رحمت کرے۔ اپنی محبت اور شفقت کا سلوک فرماتے ہوئے آپ کو اپنے درجات قرب میں ہر لمحہ و ہر آن بڑھاتا چلا جائے۔ اے اللہ تو ایسا ہی کر۔

بقیہ: چوہدری فتح محمد

سیدنا حضرت فضلِ عمر کے ارشاد پر آپ نے قادیان سے احمدیوں کو نکالنے کے لئے بسیں روانہ کرنے کا اہم اور کلیدی اہمیت کا کام بڑی ذمہ داری سے انجام دیا۔ اس کے بعد حضرت امام جماعت احمدیہ (الثالث) اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ اور حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر رہتے اور اطاعت امام کا بے نظیر نمونہ پیش کرتے۔

محترم چوہدری حمید نصر اللہ خان صاحب نے کہا کہ لاہور میں وہ خدمتِ دین اور اخلاص کی ایک تابندہ مثال تھے

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے فضل سے محترم چوہدری صاحب کے درجات بلند سے بلند تر کرتا چلا جائے۔

بقیہ: صہ سے آگے

پیوند لگا دیا جاتا ہے۔ جب پیوندی شاخ بڑی ہو جاتی ہے تو تخمی شاخیں کاٹ دی جاتی ہیں۔ اب اس پودہ پر چھ سات سال میں وہی پھل لگے گا جیسی کہ قلم لگائی تھی یا پیوند کیا تھا۔ اگر قلم چونسہ کی تھی تو یہ پودہ بھی چونسہ کا درخت بن جائیگا اور چونسہ پھل ہی مہیا کرے گا۔ قلمی آم چالیس پچاس برس تک پھل دیتا ہے۔

قلمی پودہ اچھی نرسری سے ۱۰ یا ۱۵ یا ۲۰ روپیہ میں مل جاتا ہے۔ اگر صحن میں یا بنگلہ میں کوئی جگہ ہو تو آم کا پودہ لگا دیں تاکہ بچوں کے لئے اعلیٰ پھل مفت ہی مل جایا کرے۔ آم تمام سندھ پنجاب اور فرنٹیئر میں لگ سکتا ہے۔ ۵۰۰ افٹ سے بلند تر جگہ پر نہ لگائیں۔

تلاشِ گمشدہ

چاندی کی ایک انگوٹھی جس میں سرخ عقیق جڑا ہوا ہے گم ہو گئی ہے۔ جس دوست کو ملے دفتر الفضل میں اطلاع دیں۔

شاہی طبیب حضرت حافظ حکیم مولانا نورالدین کے مشہور شاگرد حضرت حکیم نظام جان کا

مشہور دواخانہ (رجسٹرڈ)

٭ گوجرانوالہ فون ۷۴۸۴۴
٭ ربوہ فون ۹۰۶
٭ قلعہ کالر والہ ٭ ملتان ٭ کراچی

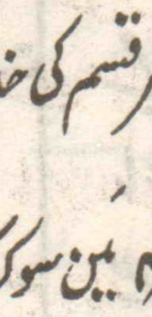
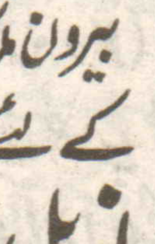

ہوائی سفر

بیرون ملک ہوائی سفر کے متعلق ہر قسم کی خدمات کے لئے ہم سے رابطہ فرمائیں

نوبل مین ٹریولز

۴/۲۱ مین سوک سنٹر نزد جی پی او اسلام آباد

فون نمبرز ۸۱۸۷۵۷ ۸۲۲۹۳۳

گلے کی سوزش۔ جلدی امراض۔ بال گرنا۔ جوڑوں اور جسمانی درد یں۔ بے خوابی۔ جگر گردہ اور مثانہ کے عوارض۔ حمل کی تکالیف۔ پرانے بخار۔ بچوں کے نئے و پرانے اسہال اور قے۔ عام اور ناک کی رسولیاں۔ معدہ کے امراض کیل مہاسے۔ کانوں کا بہنا جیسی امراض کی بفضلِ خدا کامیاب علاج گاہ۔

بھٹی ہومیو پیتھک کلینک اینڈ سٹور۔ رحمت بازار۔ ربوہ

خبریں

ملکی خبریں

○ پاکستان مسلم لیگ کے مرکزی پارلیمانی بورڈ کے اجلاس میں شدید ہنگامہ ہوا گولیاں چلائی گئیں۔ ایک دوسرے پر ڈنڈے برسائے گئے۔ کرسیاں اور گملے ٹوٹ گئے۔ قناتیں گر گئیں شیخ رشید کے مخالفوں نے مسلم لیگ ہاؤس پر قبضہ کر لیا۔ جونیجو زندہ باد کے نعرے لگائے گئے اور شیخ رشید پر ٹماٹر پھینکے گئے۔ سابق وزیر اعلیٰ نواز شریف کی کار تباہ کر دی گئی ان کی کار روک کر ان کیخلاف سخت نعرہ بازی کی گئی۔ پارلیمانی بورڈ کا اجلاس شام تک نہ ہو سکا۔ بعد ازاں جونیجو اور نواز شریف کی صدارت میں علیحدہ علیحدہ اجلاسات ہوئے۔

○ حکومت سندھ نے سندھی رہنما جی ایم سید کے خلاف بغاوت اور قومی پرچم جلانے کے خلاف مقدمہ واپس لے کر ان کو رہا کر دیا ہے۔

○ سرحد کے سابق گورنر جنرل فضل حق کو صوبائی سیاست سے بے دخل کرنے کی کوششیں تیز کر دی گئی ہیں ایک حلقے سے وہ خود دستبردار ہو گئے جب کہ دوسرے حلقے سے ان کے خلاف اے این پی نے اپنا امیدوار کھڑا کر دیا ہے۔

○ پنجاب کی سطح پر پاکستان عوامی تحریک نورانی گروپ اور فضل الرحمٰن گروپ میں اتحاد ہو جانے کی خبر ملی ہے۔

○ محترمہ بے نظیر بھٹو کے خلاف پشاور سیٹ سے الیکشن لڑنے کے بارے میں یہ درخواست دائر کی گئی ہے کہ وہ صدر کے ۶۔ اگست کے اعلان کی روشنی میں "امین" نہیں رہیں اسلئے مسلم سیٹ سے الیکشن نہیں لڑ سکتیں۔

○ معروف امریکی جریدے نیوز ویک نے کہا ہے کہ بے نظیر بھٹو آج بھی اپنے مخالفوں کے لئے پریشانی کا باعث بنی ہوئی ہیں۔

○ ممتاز کارٹونسٹ یوسف لودھی (وائی ایل) نے ستارۂ امتیاز واپس کر دیا ہے۔ یہ اعزاز ان کو صدرِ پاکستان نے دیا تھا۔

○ فنانشل ٹائمز نے اس خدشہ کا اظہار کیا ہے کہ پاکستان میں دوبارہ مارشل لاء لگ سکتا ہے۔

غیر ملکی خبریں

○ مقبوضہ کشمیر میں سرکاری ملازمین کی ہڑتال کے نتیجے میں انتظامیہ مفلوج ہو کر رہ گئی ہے۔ ہڑتال کی وجہ سے بجلی کی سپلائی، بینکنگ صحت اور دیگر ضروری شعبے متاثر ہوئے ڈاکٹر اور نرسیں پہلے سے ہی ہڑتال پر ہیں۔

○ پیر کی رات کشمیری حریت پسندوں نے بھارتی فوج کی ایک عمارت پر راکٹوں سے حملہ کر دیا۔ جسکے نتیجے میں کم از کم ۲۰ بھارتی فوجی ہلاک ہو گئے۔

○ اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل نے کہا ہے کہ اقوام متحدہ کا خزانہ خالی ہو گیا ہے انہوں نے کہا کہ اقوام متحدہ کو ۶۸ کروڑ ڈالر کی ادائیگی نہیں کی گئی۔ سب سے زیادہ بقایا امریکہ کی طرف ہے۔

○ مالٹا کے نائب وزیر اعظم کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کا رواں سال کا صدر منتخب کر لیا گیا۔

○ دو بھارتی بحری جہاز عراق سے بھارتی باشندوں کو لانے کے لئے عراق سے براہ راست بھارت واپس آئیں گے۔

○ بنگلہ دیش میں ٹرانسپورٹ ورکرز کی ہڑتال کے دوران پولیس سے تصادم کے نتیجے میں ۱۰۰ افراد زخمی ہو گئے۔ متحارب طلباء تنظیموں کے درمیان تصادم سے گذشتہ ایک ہفتے میں ۶ طلبہ ہلاک ہو چکے ہیں۔

پتہ